فہمِ قرآن کورس

سلسلہ 1 عَمَّ (پارہ 30)

معلّم
فضیلۃ الشیخ ابونعمان بشیر احمد حفظہ اللہ

سبق 3

تعارف

سُورَۃُ عَبَسَ

سورت کا تعارف

1 اس سورت کے پہلے لفظ ''عبس'' سے اس کا نام رکھا گیا ہے۔اور یہ سورت ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئی ہے اس لیے اسے مکی سورت کہا جاتا ہے۔

2 قرآنی ترتیب میں سورت کا نمبر 80 اور نزول نمبر 24 ہے۔

3 اس سورت میں ایک رکوع، 42 آیات، 133 کلمات اور 553 حروف ہیں۔

4 **ربط:** گزشتہ سورت ''النازعات'' میں اللہ تعالیٰ کے دشمن فرعون کا ذکر تھا کہ وہ دعوتِ حق سن کر بگڑ بیٹھا اور بغاوت وسرکشی پر اُتر آیا، تو اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے دوست سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جو دعوتِ حق سننے کیلئے بے تاب تھے اور نابینا ہونے کے باوجود چل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے۔

اور گزشتہ سورت میں قیامت کی ہولناکی کا ذکر تھا تو اس سورت میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے نیز گزشتہ سورت میں بھی تزکیۂ نفس کی ترغیب تھی تو اس میں بھی اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

5 **خلاصہ سورت:** اس سورت میں متلاشی حق کی حوصلہ افزائی اور حسنِ سلوک کی ترغیب دلائی گئی ہے، انسان کو اپنے تخلیقی مراحل کو مدِ نظر رکھنے کی تلقین کی گئی ہے تا کہ کسی میں تکبر ونخوت پیدا نہ ہو۔ پھر ہر انسان کا بارہا مشاہدہ کردہ چند آفاقی نشانیوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار کیا گیا ہے اور آخر میں قیامت کے دن انسان کی حالت زار کا ذکر کر کے کامیاب اور ناکام لوگوں کی حالت بھی بیان کردی گئی ہے۔

6 **شانِ نزول:** اس سورت کی ابتدائی آیات کی شانِ نزول میں تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ سیدنا عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند قریشی سردار بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ان کو دین کی دعوت دے رہے تھے کہ اچانک ایک نابینے صحابی سیدنا عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں حاضر ہوگئے اور دین کی باتیں پوچھنے لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کچھ ناگواری کا اظہار کیا اور ان کی طرف مکمل توجہ نہ کی، تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔(جامع الترمذی، حدیث:3331)

آیات کا لفظی وبا محاورہ ترجمہ (آیت نمبر: 1 تا 23)

اياتها ۴۲	۸۰ سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ ۲۴	رکوعها ۱	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۙ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۙ﴿۳﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ

اس نے تیوری چڑھائی	اورمنہ پھیرلیا	اس لیے کہ آیا اس کے پاس	ایک نابینا	اورکس چیز نے	آپ کو معلوم کروایا	شاید کہ وہ	وہ پاک ہوجاتا	یا	وہ نصیحت حاصل کرتا

اس نے پیشانی پہ شکن ڈالے اورمنہ پھیرلیا﴿۱﴾ اس لیے کہ اس پیغمبر کے پاس ایک نابینا شخص آیا﴿۲﴾ اور تجھے کیا چیز معلوم کرواتی ہے شاید وہ پاکیزگی حاصل کرلیتا﴿۳﴾ یا وہ نصیحت حاصل کرتا

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ؕ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ﴿۶﴾ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ؕ﴿۷﴾

تو نفع دیتی اسکو	نصیحت	لیکن	جوشخص (دین سے) بے پروائی کرتا ہے	تو آپ	اس کے	در پے ہوتے ہیں	نہیں ہے آپ پر (کوئی ذمہ داری)	یہ کہ نہ وہ پاک ہو

تو وہ نصیحت اسے فائدہ دیتی﴿۴﴾ لیکن جو بے پرواہ ہوگیا ہے﴿۵﴾ تو آپ اس کی طرف بہت توجہ کررہے ہیں﴿۶﴾ حالانکہ آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں کہ (اگر) وہ پاک نہیں ہوتا﴿۷﴾

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ﴿۸﴾ وَهُوَ يَخْشٰى ۙ﴿۹﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ﴿۱۰﴾ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ﴿۱۱﴾

اورلیکن	جوشخص آیا آپ کے پاس	وہ دوڑتا ہوا	اس حال میں کہ وہ ڈرتا ہے	تو آپ	اس سے	بے توجہی کرتے ہیں	ہرگز نہیں	بلاشبہ یہ	بڑی نصیحت ہے

اورلیکن جو کوشش کرتا ہوا تیرے پاس آیا ہے﴿۸﴾ اور وہ ڈر رہا ہے﴿۹﴾ تو آپ اس سے بے توجہی کرتے ہیں﴿۱۰﴾ ایسا ہرگز نہیں چاہیے یہ قرآن تو بہت بڑی نصیحت ہے﴿۱۱﴾

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ؕ﴿۱۶﴾

توجو چاہے	اسے یاد کرے	قابل احترام صحیفوں میں (محفوظ ہے)	جو بہت بلند مرتبہ	بہت پاکیزہ (ہیں)	ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں	جو بہت معزز نیکوکار ہیں

توجو چاہے اسے قبول کرے﴿۱۲﴾ ایسے صحیفوں میں محفوظ ہے جن کی عزت کی جاتی ہے﴿۱۳﴾ جو بہت بلند کیے ہوئے، انتہائی پاکیزہ ہیں﴿۱۴﴾ ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں﴿۱۵﴾ جو بہت معزز ونیکوکار ہیں﴿۱۶﴾

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ؕ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ؕ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۙ﴿۱۹﴾

ہلاک کیا جائے انسان	کس قدر ناشکرا ہے وہ	کس چیز سے	اس نے اسے پیدا کیا	ایک حقیر نطفہ سے	اس نے پیدا کیا اسے	پھر اندازہ لگایا اس کا

ہلاک کیا جائے انسان وہ کس قدر ناشکرا ہے﴿۱۷﴾ اللہ تعالیٰ نے اسے کس چیز سے پیدا کیا ہے﴿۱۸﴾ ایک حقیر قطرے سے اس نے اسے پیدا کیا پس اس کا اندازہ مقرر کیا﴿۱۹﴾

ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۙ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ؕ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ؕ﴿۲۳﴾

پھر راستہ	اس نے آسان کیا اس کو	پھر اس نے موت دی اسے	پھر اسے قبر میں رکھوایا	پھر جب وہ چاہے گا	دوبارہ زندہ کرے گا اسے	ہرگز نہیں	ابھی تک نہیں اس نے پورا کیا	وہ کام	جس کا اس نے حکم دیا

پھر اس کیلئے اس نے راستہ آسان کیا﴿۲۰﴾ پھر اسے موت دی اور قبر میں رکھوایا﴿۲۱﴾ اور پھر جب اللہ چاہے گا دوبارہ اسے اٹھائے گا﴿۲۲﴾ ہرگز نہیں! ابھی تک اس نے وہ کام پورا نہیں کیا جس کا اس نے اسے حکم دیا تھا﴿۲۳﴾

اردو میں مستعمل قرآنی الفاظ (آیت نمبر: 1 تا 23)

يُدۡرِيۡكَ	لاأدری، درایت، روایت ودرایت
يَزَّكّٰى	تزکیہ کرنا، تزکیۂ نفس، تزکیہ سرٹیفکیٹ
يَذَّكَّرُ	تذکرہ، تذکیر، مذکور
فَتَنۡفَعَهُ	نفع، نافع، نفع بخش، نفع ونقصان، منافع، منفعت
يَسۡعٰى	سعی کرنا، سعی لاحاصل، مساعی جمیلہ
يَخۡشٰى	خشوع، خشیت الٰہی، خشیت طاری ہونا
تَلَهّٰى	لہو ولعب، لہویات، لہو باتیں
تَذۡكِرَةٌ	ذکر، اذکار، تذکرہ، تذکیر، مذکورہ، مذکورہ بالا، مذاکرات
شَآءَ	ماشاءاللہ، ان شاءاللہ، مشیئت الٰہی
صُحُفٍ	صحیفہ، مصحف، صحائف
مُّكَرَّمَةٍ	محترم ومکرم، تکریم، اکرام، مکہ مکرمہ

مَّرۡفُوۡعَةٍ	رفع، رفیع مرتبہ، مرفوع القلم، رفعت، ارفع
مُّطَهَّرَةٍ	طہارت، طہور، شراب طہور، تطہیر، مطہر
بِاَيۡدِيۡ	ید طولیٰ، ید بیضاء، رفع الیدین
بَرَرَةٍ	برّ، ابرار لوگ
قُتِلَ	قتل، قاتل، مقتول، قتل عام
خَلَقَهٗ	خالق، تخلیق، مخلوق، خلقت
فَقَدَّرَهٗ	قدر، تقدیر، مقدر، مقدار، مقدور، مقادیر
السَّبِيۡلَ	فی سبیل اللہ، اللہ کوئی سبیل نکالے گا
يَسَّرَهٗ	یُسرا، مُیسّر، یاسر، یسیر
اَمَاتَهٗ	موت، اموات، موتیں واقع ہونا، میت
فَاَقۡبَرَهٗ	قبر، قبور، قبرستان، قبوری

مختصر گرائمر ولغت (آیت نمبر 1-23)

عَبَسَ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''عَبَس /عُبُوۡس'' (تیوری چڑھانا، ترش رو ہونا)
تَوَلّٰى	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''تَوَلِّي'' (منہ پھیر لینا)
جَآءَهُ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''مَجِيۡئَةٌ'' (آنا) آخر میں ''ہٗ'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
يُدۡرِيۡكَ	واحد مذکر غائب، مضارع معلوم، مصدر ''اِدۡرَاءٌ'' (معلوم ہونا) آخر میں ''كَ'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
يَذَّكَّرُ	واحد مذکر غائب، مضارع معلوم، مصدر ''تَذَكُّرٌ'' (نصیحت حاصل کرنا)
فَتَنۡفَعَهُ	واحد مؤنث غائب، مضارع معلوم، مصدر ''نَفۡعٌ'' (نفع دینا) شروع میں ''فَ'' عاطفہ اور آخر میں ''ہٗ'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
اسۡتَغۡنٰى	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''اِسۡتِغۡنَاءٌ'' (بے پرواہی کرنا، بے نیاز ہونا)
تَصَدّٰى	واحد مذکر حاضر، مضارع معلوم، مصدر ''تَصَدِّيۡ'' (درپے ہونا) اصل میں تَتَصَدّٰى تھا۔
يَسۡعٰى	واحد مذکر حاضر، مضارع معلوم، مصدر ''سَعۡيٌ'' (دوڑنا، کوشش کرنا)
تَلَهّٰى	واحد مذکر حاضر، مضارع معلوم، مصدر ''تَلَهِّيۡ'' (کھیل کود میں وقت گزارنا) (غفلت برتنا) اصل میں ''تَتَلَهّٰى'' تھا۔
شَآءَ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''مَشِيۡئَةٌ'' (چاہنا)

صُحُفٍ	صَحِيۡفَةٌ کی جمع، لکھا ہوا کاغذ اور ''اَلۡمُصۡحَفُ'' (مجلد کتاب) کی جمع ''مَصَاحِفُ'' آتی ہے۔
مُّطَهَّرَةٍ	واحد مؤنث، اسم مفعول، مصدر ''تَطۡهِيۡرٌ'' (ہر نقصان سے پاک ہونا)
سَفَرَةٍ	سَافِرٌ کی جمع ہے مصدر ''سَفۡرٌ'' (لکھنے والا)
بَرَرَةٍ	بَرٌّ کی جمع ہے (نیکوکار)
قُتِلَ	واحد مذکر غائب، ماضی مجہول، مصدر ''قَتۡلٌ'' (قتل کرنا)
خَلَقَهٗ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''خَلۡقٌ'' (پیدا کرنا) آخر میں ''ہٗ'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
فَقَدَّرَهٗ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''تَقۡدِيۡرٌ'' (اندازہ لگانا) شروع میں ''فَ'' عاطفہ ہے اور آخر میں ''ہٗ'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
يَسَّرَهٗ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''تَيۡسِيۡرٌ'' (آسان کرنا) آخر میں ''ہٗ'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
اَمَاتَهٗ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''اَمَاتَةٌ'' (موت دینا) آخر میں ''ہٗ'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
اَنۡشَرَهٗ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''اِنۡشَارٌ'' (مردہ کو زندہ کرنا) آخر میں ''ہٗ'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
لَمَّا يَقۡضِ	واحد مذکر غائب، مضارع مجزوم بوجہ ''لَمَّا'' مصدر ''قَضَاءٌ'' (پورا کرنا)

تفسیر وتشریح (آیت نمبر: 1تا23)

عَبَسَ وَتَوَلّٰۤی ۙ﴿۱﴾

عَبَسَ کا معنی کسی چیز کو ناپسند کرتے ہوئے پیشانی پر شکن ڈال لینا اور تَوَلّٰۤی کا معنی کسی کی طرف توجہ نہ دینا بلکہ چہرہ دوسری طرف کر لینا۔ سبب نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں چند قریشی سردار آبیٹھے اور آپ نے موقعۂ غنیمت سمجھتے ہوئے انہیں دین الٰہی کی تعلیم شروع کر دی، اسی دوران آپ کے پیارے نابینے صحابی سیدنا عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی بعض مسائل پوچھنے کے لیے حاضر ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا درمیان میں آکر سوالات کرنے کو ناپسند کیا اور ان کی طرف توجہ نہ دی۔ فقط یہ سمجھتے ہوئے کہ جو مرگ بستر پر تڑپ رہے ہیں ان کا علاج پہلے کیا جائے اور معمولی مرض والے کا بعد میں بھی علاج کیا جا سکتا ہے اور قریشی سردار اتفاقاً آپ کی مجلس میں جمع ہو گئے تھے جن کا دوبارہ اس طرح جمع ہونا مشکل تھا جبکہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنا ہی مطیع وفرمانبردار شاگرد ہے اس کو کسی وقت بھی مسائل بتلائے جا سکتے ہیں۔ نیز نفع عام کو، نفع خاص پر مقدم کرنا چاہیے، قریشی سرداروں کو سمجھانا نفع عام تھا جبکہ ایک اپنے ہی ساتھی کو سمجھانا نفع خاص تھا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ انداز پسند نہ آیا۔ کیونکہ جو مریض علاج کروانا ہی نہ چاہتا ہو، طبیب کی دوا سے نفرت کرتا ہو اور اس کے ہر ہر پرہیز کا اختلاف کرتا ہو۔ اس کے علاج کا فائدہ نہیں ہے اور اس کے برعکس جو ذوق وشوق سے گرتا گراتا طبیب کے پاس پہنچے، اس کے علاج و پرہیز کا پورا لحاظ کرے اور طبیب کی دل وجان سے عزت واحترام کرے تو اس کا یقیناً علاج کرنا چاہیے۔ اسی طرح قریشی سرداروں کو دعوت دینا نفع عام تو ضرور تھا لیکن اس کا فائدہ ظنی تھا جبکہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فائدہ یقینی تھا تو یقینی فائدہ کو چھوڑ کر ظنی کی طرف متوجہ ہونا غیر مناسب تھا۔ اس لیے معمولی عتاب کے انداز میں یہ فرمایا (عَبَسَ وَتَوَلّٰۤی ۙ﴿۱﴾) اس عتاب میں بھی آپ کی عظمت ووقار کو پورا ملحوظ رکھا گیا اور مخاطب کے صیغوں کے بجائے غائب کے صیغے استعمال کیے ہیں گویا کہ یہ کام آپ سے سرزد نہیں ہوا بلکہ کسی اور نے ایسا کیا ہے جیسے کوئی مُحب اپنے محبوب کی کسی ناپسند ادا کی اصلاح کے لیے اسے مخاطب کر کے کہنے کی بجائے کسی دوسرے کو کہتا ہے تاکہ محبوب کی دل شکنی بھی نہ ہو اور اصلاح بھی ہو جائے۔

اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ؕ﴿۲﴾

اس آیت کریمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکن ڈالنے اور رخِ انور کو پھیرنے کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ ایک نابینا شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آ گیا تھا۔ اس شخص کا نام لینے کی بجائے لفظ ''الۡاَعۡمٰی'' ارشاد فرمایا ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ انتہائی قابل توجہ اور قابل شفقت تھا کیونکہ وہ بغیر کسی قائد کے اکیلا ہی گرتے گراتے علمی تشنگی بجھانے کیلئے آیا تھا۔ نہ معلوم کہ کتنی ٹھوکریں اور دشواریاں برداشت کر کے پہنچا تھا پھر اسے کیا معلوم کہ آپ کی مجلس میں قریشی سردار بیٹھے ہیں، اس لیے وہ اعراض کی بجائے توجہ کا محور ہونا چاہیے تھا۔

وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰۤی ۙ﴿۳﴾ اَوۡ یَذَّکَّرُ فَتَنۡفَعَہُ الذِّکۡرٰی ؕ﴿۴﴾

اس آیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی کو کافور کرنے کیلئے تسلی دی گئی ہے اور آپ کو معذور قرار دیا گیا ہے کہ غائب سے خطاب کی طرف التفات کیا گیا ہے اور یہ باور کرایا گیا ہے کہ ویسے آپ کو تو معلوم نہ تھا کہ آنے والا نابینا شخص آپ کی تعلیمات سے تزکیہ نفس کرلے گا یا کم از کم ایسی نصیحت حاصل کر لے گا جو اس کے لیے احکام الٰہی کی یاد دہانی میں مدومعاون ہوگی۔ اس لیے آپ کا اعراض کرنا عمداً نہیں ہوا۔ جب اعراض عمداً نہیں ہوا تو آپ کا رب بھی ناراض نہیں ہوا۔

اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰی ۙ﴿۵﴾ فَاَنۡتَ لَہٗ تَصَدّٰی ؕ﴿۶﴾ وَمَا عَلَیۡکَ اَلَّا یَزَّکّٰی ؕ﴿۷﴾

جو شخص اپنی دولت وسرداری کی وجہ سے آپ کی ذات اور آپ کے نظام سے لاپرواہی اختیار کرتا ہے، بلکہ آپ کے پیش کردہ نظامِ حیات کی بھرپور مخالفت کرتا ہے تو آپ اس کی ہدایت کے اس قدر خواہش مند ہو رہے ہیں کہ اپنے سچے ومخلص ساتھی سے بھی بے توجہی کا انداز اختیار کر رہے ہیں تو یہ اسلوبِ دعوت رب تعالیٰ کو مناسب نہیں لگا۔

اگر دعوتِ حق بار بار سن کر بھی کوئی اکڑ باز نہ مانے تو آپ پر اس کی کوئی مسؤلیت نہیں ہے۔

وَاَمَّا مَنۡ جَآءَکَ یَسۡعٰی ۙ﴿۸﴾ وَہُوَ یَخۡشٰی ۙ﴿۹﴾ فَاَنۡتَ عَنۡہُ تَلَہّٰی ﴿ۚ۱۰﴾

جو آپ سے انتہائی عقیدت ومحبت رکھتا ہے اور آپ کے نظام کو صرف سچا ہی نہیں سمجھتا بلکہ اس کے نفاذ کیلئے کوشاں ہے اگرچہ اس کے پاس ظاہری اسباب ووسائل نہیں ہیں تو ایسے طلبِ صادق والے سے اعراض کرنا مناسب نہیں ہے۔

چنانچہ طلبِ صادق اور متلاشی حق والے اس نابینے نے وہ جوہر دکھلائے کہ بینے بھی انگشتِ بدنداں رہ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار اپنے مصلّٰی کا جانشین ان کو بنایا اور جنگِ قادسیہ میں زرہ پہن کر اور ہاتھ میں جھنڈا تھام کر شریک ہوئے اور آخر کار اسی معرکہ میں شہید ہو گئے۔ (اسد الغابۃ 252/4)

ہر انسان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ جس نظریہ ونظام کا وہ حامل ہے، دوسرے لوگ بھی اس کو اپنا لیں۔ اور اس کا کامیاب طریقہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ کے سرکردہ افراد کو ہمنوا بنایا جائے۔ اس فطری خواہش اور شوقِ ابلاغ کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشی سرداروں کو دعوتِ حق دینے میں توجہ مرکوز فرمائی اور سیدنا عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی طرف قدرے اعراض کیا۔ لیکن حق تعالیٰ نے ابلاغ کے سلسلہ میں یہ راہنمائی فرمائی کہ جو دل میں عقیدت ومحبت رکھے اور ذوق وشوق سے حاضر ہو اس کی راہنمائی کی جائے اور جو متلاشی حق نہ ہو بلکہ تنقید واعتراض کے ذہن سے آئے اس پر زیادہ وقت صرف نہ کیا جائے۔

کَلَّاۤ اِنَّہَا تَذۡکِرَۃٌ ﴿ۚ۱۱﴾ فَمَنۡ شَآءَ ذَکَرَہٗ ﴿ۘ۱۲﴾ فِیۡ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ﴿ۙ۱۳﴾ مَّرۡفُوۡعَۃٍ مُّطَہَّرَۃٍۭ ﴿ۙ۱۴﴾

''کَلَّا'' ہرگز نہیں، یعنی پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! جو ہو چکا وہ ہو چکا، آئندہ ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ قرآن تو نصیحت نامہ ہے جو ہر خاص وعام کیلئے اور امیر وغریب کیلئے ہے۔ اس میں کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جانی چاہیے، پھر جو اس سے نصیحت حاصل

کرکے اپنی اصلاح کر لے گا، اس میں اسی کا فائدہ ہو گا اور جو ہٹ دھرمی اور بغاوت کی راہ اختیار کرے، جیسے یہ قریشی سردار کر رہے ہیں تو آپ کو بھی اُن کے پیچھے پڑنے اور خود کو روگ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ ان ضدی اور مغرور لوگوں کے نہ ماننے سے قرآن کریم کی عزت ومقام میں کمی آجائے گی؟ ہرگز نہیں! یہ عظمت وشرف والی وہ کتاب ہے جو سات آسمانوں کے اوپر لوح محفوظ میں معزز، بلند مرتبہ اور پاکیزہ صحیفوں میں محفوظ ہے۔ جنہیں پاکباز فرشتوں کے علاوہ کوئی ہاتھ تک نہیں لگا سکتا، جسے تمام فرشتوں کے سردار جبریل امین، تمام انبیاء کے سردار صادق وامین پر لے کر آئے ہیں اور اس کی تعلیمات حاصل کرنے والے بھی پاکیزہ افراد ہی ہو سکتے ہیں، اس لیے اس کی تلاوت وتعلیم کے وقت بھی طہارت وپاکیزگی اور انتہا درجے کا ادب واحترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۙ١٥ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ١٦

''سَفَرَةٍ'' کا لفظ سَافِرٌ کی جمع ہے (لکھنے والے)، یہ سَفِيْرٌ کی جمع بھی ہو سکتا ہے (قاصد، نمائندہ)، كِرَامٍ یہ كَرِيْمٌ کی جمع ہے (انتہائی وفادار ومعزز) اور بَرَرَةٍ یہ بَآرٌّ کی جمع ہے (نیک وصالح)۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید لکھنے والوں کی تعریف اور اوصاف حمیدہ بیان کیے ہیں، خواہ وہ فرشتے ہوں یا کاتبین وحی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہوں۔

مطلب یہ ہوا کہ یہ قرآن مجید خود بھی پاکیزہ ہے، پاکیزہ ومعزز جگہ پر محفوظ ہے، پاکیزہ صحیفوں سے نقل کرکے لانے والے فرشتے بھی پاکیزہ ہیں اور اس کو لکھنے والے کاتبین وحی اور مرتب ومدوّن کرنے والے صحابۂ کرام بھی پاکیزہ ہیں، یہ تمام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت عزت والے اور نہایت نیک ہیں۔ اس طرح کتابت کے علاوہ اس کو پڑھنے وپڑھانے والے بھی سب سے بہتر اور نیک ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه، الحديث: 5027)

''اور تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھلائے۔''

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ١٧

جو خواہشات کے پجاری حق بات سننے کو تیار نہ تھے اور بغیر کسی دلیل وسند کے حق کا انکار کرنے پر تلے ہوئے تھے اور حشر ونشر کا استہزاء اڑاتے تھے ان کیلئے بددعا کی گئی ہے کہ وہ تباہ وبرباد ہو جائیں۔

یہ انتہائی سخت بددعا ہے جو کسی کیلئے کی جا سکتی ہے کیونکہ دنیا میں سب سے آخری سزا یہ ہے کہ کسی کا وجود ختم کر دیا جائے۔ (زمخشری)

اور پھر (مَآ اَكْفَرَهٗ) کہہ کر ان کے اقوال وافعال پر تعجب بھی کیا گیا ہے۔

اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو بددعا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ بددعا وہ کرتا ہے جو خود کام کرنے سے عاجز ہو۔ اور تعجب وہ کرتا ہے جس کی نگاہ سے اس کام کا سبب مخفی ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ان نقائص سے مبرّا ہے۔ تو پھر اس طرح کیوں فرمایا گیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ یہ اہل عرب کے اسلوب پر فرمایا گیا ہے جو ان الفاظ میں بددعا کیا کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اس قدر نعمتوں کے باوجود جو ناشکری کرتا ہے تو ہر دیکھنے وسننے والے کے منہ سے اس کے لیے بددعا ہی نکلے گی اور وہ ورطۂ حیرت میں پڑ جائے گا۔

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ١٨ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ١٩ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ٢٠
ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ٢١ ثُمَّ اِذَا شَاۗءَ اَنْشَرَهٗ ٢٢ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ٢٣

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے جن پر ہر انسان کا شکر ادا کرنا عقل ونقل کے اعتبار سے واجب ہوتا ہے اور کسی اعتبار سے بھی اسے تکبر وناشکری زیب نہیں دیتی۔ سب سے پہلے تخلیق انسان کے آغاز کو بیان کیا کہ اے ابن آدم! تجھے ایک حقیر قطرے سے پیدا کیا ہے جس کا نام لیتے بھی شرم محسوس ہوتی ہے اور پھر کس قدر چھوٹے سے جرثومہ سے تخلیق کی کہ بچے کے ابتدائی جفتے کے مقابلہ میں پیدائش کے وقت دس کروڑ گنا بڑا اور چھ ارب گنا وزنی ہوتا ہے۔ (اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، ص: 54)

اور پھر ابتدائی جفتے سے لیکر پیدائش تک ہر لمحے کس مرحلہ سے گزرتا ہے اور کیا تغیرات آتے ہیں ان تمام کو اس ذات نے مادر رحم میں مقرر کر دیا۔ اور آخر کار ایک خوبصورت جیتا جاگتا انسان بنا کر با آسانی ماں کے رحم سے دنیا میں منتقل کر دیا، پھر کھانے پینے اور دیکھنے، سننے اور سمجھنے کی راہنمائی بھی کر دی۔ اور اچھائی وبرائی کے راستے بھی واضح کر دیئے اور پھر موت کے دروازے سے گزار کر قبر کی دہلیز تک پہنچا دیا۔ قبر میں جا کر معاملہ ختم نہیں ہو گیا بلکہ دوبارہ جب چاہے گا کھڑا کرکے اپنے سامنے حاضر کر لے گا اور زندگی بھر کا احتساب ہو جائے گا۔ جب ہر انسان کو دنیا میں آنے اور جانے کا اختیار نہیں ہے تو اس آنے اور جانے کے درمیان والے مرحلے میں خود مختار بن کر شتر بے مہار زندگی کیوں گزارتا ہے؟ حقیقت یہی ہے کہ (كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ) ''ہرگز نہیں، ابھی تک اس نے وہ کام پورے نہیں کیے جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا تھا۔''

ہر انسان ابتدا سے انتہا تک کے انعامات الٰہی کو دیکھ لے اور اس کے مقابلہ میں شکر گزاری اور اطاعت الٰہی کو دیکھ لے، تو یقیناً کسی نے اب تک حق کی ادائیگی نہیں کی۔ گزشتہ کی حق ادائیگی کی نہیں اور مزید انعامات کا ہر ایک طالب ہے۔ اور مرنے کے بعد بھی اعلیٰ درجے کا خواہاں ہے۔

لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ سے بعض نے کافر افراد مراد لیے ہیں لیکن امام مجاہد رحمہ اللہ نے یہ معنی کیا ہے ''لَا يَقْضِي أَحَدٌ مَا أُمِرَ بِهِ'' (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، الحدیث: 4936) ''کوئی بھی شخص وہ کام پورا نہیں کرتا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے (بلکہ کمی رہ ہی جاتی ہے)۔''

ملاحظہ: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے موت اور قبر کو بھی انعامات میں شمار کیا ہے کیونکہ اگر موت نہ ہوتی تو بوڑھے اور بیماروں کی زندگی اور ان کے سرپرستوں کا حال کیا ہوتا؟ جن لوگوں کو ان مراحل کو طے کرنے کا موقعہ ملا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ موت بھی انعام الٰہی ہے اور مرنے کے بعد جلانے کی بجائے مٹی میں عزت واحترام سے دفن کرنا حکم الٰہی ہے۔ تاکہ مرنے کے بعد بھی انسان کا وقار باقی رہے۔

آیات کا لفظی وبامحاورہ ترجمہ (آیت نمبر: 24 تا 42)

فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقۡنَا الۡاَرۡضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾

تو لازم ہے کہ انسان دیکھے	اپنے کھانے کی طرف	بلاشبہ ہم نے	ہم نے برسایا	پانی (بارش کا)	خوب برسانا	پھر	ہم نے پھاڑا	زمین کو اچھی طرح پھاڑنا

تو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے﴿۲۴﴾ کہ ہم نے بارش کا پانی برسایا﴿۲۵﴾ پھر ہم نے زمین کو ایک عجیب طریقے سے پھاڑا﴿۲۶﴾

فَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضۡبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيۡتُوۡنًا وَّنَخۡلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآٮِٕقَ غُلۡبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾

پھر ہم نے اُگایا	اس میں اناج	اور انگور اور سبزیاں	اور زیتون	اور کھجور	اور گھنے باغات	اور پھل	اور (خودرو) چارا

پھر ہم نے اس میں اناج اُگایا ﴿۲۷﴾ اور انگور ،ترکاریاں﴿۲۸﴾ زیتون،کھجور کے درخت﴿۲۹﴾ گھنے باغات﴿۳۰﴾ پھل اور چارا اُگایا۔﴿۳۱﴾

مَّتَاعًا لَّكُمۡ وَلِاَنۡعَامِكُمۡ ﴿۳۲﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوۡمَ يَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِيۡهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ

تمہارے فائدے کیلئے	اور تمہارے مویشیوں کیلئے	پھر جب	آجائے گی	کان بہرے کردینے والی سخت آواز	جس دن بھاگے گا آدمی	اپنے بھائی سے	اور اپنی ماں سے

تمہارے اور تمہارے جانوروں کے زندگی کے سامان کے طور پر﴿۳۲﴾ پھر جب کانوں کو بہرا کر دینے والی (قیامت) آجائے گی﴿۳۳﴾ جس دن آدمی اپنے بھائی ﴿۳۴﴾ ماں،

وَاَبِيۡهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيۡهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امۡرِیٴٍ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَٮِٕذٍ شَاۡنٌ يُّغۡنِيۡهِ ﴿۳۷﴾

اور اپنے باپ سے	اور اپنی بیوی سے	اور اپنے بیٹوں سے	ہر شخص کیلئے	ان میں سے	اس دن	ایک ایسی حالت ہوگی	اس کو بے پرواہ کردے گی (دوسروں سے)

باپ﴿۳۵﴾ اپنی اور بچوں سے بھاگے گا﴿۳۶﴾ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے دوسروں سے بے پرواہ بنادے گی ﴿۳۷﴾

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَٮِٕذٍ مُّسۡفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسۡتَبۡشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوۡهٌ يَّوۡمَٮِٕذٍ عَلَيۡهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾

کئی چہرے	اس دن	چمکنے والے ہوں گے	ہنسنے والے	ہشاش بشاش	اور کئی چہرے	اس دن	ان پر	غبار ہوگا

کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے ﴿۳۸﴾ جو ہنستے ہوئے بہت خوش ہوں گے ﴿۳۹﴾ اور کچھ چہروں پر اُس دن غبار ہوگا﴿۴۰﴾

تَرۡهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓٮِٕكَ هُمُ الۡكَفَرَةُ الۡفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

ان کو ڈھانپتی ہوگی	سیاہی	یہی	لوگ ہیں	کافر	(اور) نافرمان

اور سیاہی نے ان کو ڈھانپا ہوا ہوگا ﴿۴۱﴾ یہی لوگ کافر و نافرمان ہوں گے ﴿۴۲﴾

اردو میں مستعمل قرآنی الفاظ (آیت نمبر:24 تا 42)

فَلْيَنْظُرِ	نظربازی، نظرانداز، نظربد، نظرثانی، ناظرین
طَعَامِهٖ	طعام گاہ، قیام وطعام، عمدہ طعام
شَقَقْنَا	شقِ صدر، شق قمر، شقیقی بھائی
الْاَرْضَ	ارض وسماء، ارضِ پاکستان، کرۂ ارض، اراضی
فَاَنْۢبَتْنَا	نبات، نباتات، علم نباتات
زَيْتُوْنًا	زیتون کا تیل، زیتونی
نَخْلًا	نخلستان، وادیٔ نخلہ
مَّتَاعًا	متاعِ حسنہ، مال ومتاع، متاعِ کارواں
يَفِرُّ	فرار ہونا، مفرور مجرم، مفرور لڑکیاں
اُمِّهٖ	امّی جان، امہات المؤمنین، ام المؤمنین
اَبِيْهِ	ابّو، ابّا، ابوالبشر، ابوالانبیاء، آباء، آباء واجداد

صَاحِبَتِهٖ	صاحب، صحابی، اصحاب، مصاحبت، صحبت
بَنِيْهِ	ابن قاسم، ابن عمر، ابنائے مدرسہ، ابن الوقت
لِكُلِّ	کل کائنات، کل مال، کلی طور پر
شَاْنٌ	شان، شاندار، شان وشوکت، عظیم الشان، شانِ نزول
يُّغْنِيْهِ	غنی، غنا، استغناء، مستغنی
وُجُوْهٌ	وجاہت، وجیہ آدمی، علیٰ وجہ البصیرت
ضَاحِكَةٌ	تضحیک، مضحکہ خیزبات
مُّسْتَبْشِرَةٌ	بشارت، بشارتیں، مبشر، تبشیر
غَبَرَةٌ	غبار، غبارآلود، گردوغبار، غبارِ خاطر
الْكَفَرَةُ	کافر، کفار، کفر، تکفیری گروہ
الْفَجَرَةُ	فاجر، فاسق وفاجر، فسق وفجور

مختصر گرائمر ولغت

فَلْيَنْظُرِ	واحد مذکر غائب، امر معلوم، مصدر ''نَظَرٌ'' (دیکھنا) شروع میں ''ف'' مستأنفہ ہے۔
صَبَبْنَا	جمع متکلم، ماضی معلوم، مصدر ''صَبٌّ'' (بہانا)
شَقَقْنَا	جمع متکلم، ماضی معلوم، مصدر ''شَقٌّ'' (پھاڑنا)
فَاَنْبَتْنَا	جمع متکلم، ماضی معلوم، مصدر ''اَنْبَاتٌ'' (سبزہ لگانا)
حَدَآئِق	حَدِيْقَةٌ کی جمع ''وہ باغات جن کے گرد چار دیواری ہو''۔
اَنْعَام	نَعَمٌ کی جمع (چوپائے)
جَآءَتِ	واحد مؤنث غائب، ماضی معلوم، مصدر ''مَجِيْئٌ'' (آنا)
يَفِرُّ	واحد مذکر غائب، مضارع معلوم، مصدر ''فِرَارٌ'' (بھاگنا)

يُغْنِيْهِ	واحد مذکر غائب، مضارع معلوم، مصدر ''إِغْنَاءٌ'' (بے پرواہ کرنا) آخر میں ''هُ'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
وُجُوْهٌ	وَجْهٌ کی جمع (چہرہ)
مُّسْفِرَةٌ	واحد مؤنث، اسم فاعل، مصدر ''إِسْفَارٌ'' (روشن ہونا)
ضَاحِكَةٌ	واحد مؤنث، اسم فاعل، مصدر ''ضِحِكٌ'' (ہنسنا)
مُّسْتَبْشِرَةٌ	واحد مؤنث، اسم فاعل، مصدر ''اِسْتِبْشَارٌ'' (خوش ہونا)
تَرْهَقُهَا	واحد مؤنث غائب، مضارع معلوم، مصدر ''رَهقٌ'' (ڈھانپنا) آخر میں ''هَا'' ضمیر مفعول بہ ہے۔

تفسیر وتشریح:

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿٢٤﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا
الْاَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿٢٩﴾
وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾

گزشتہ آیات میں ان انعامات کا ذکر تھا جس کا تعلق انسان کی ذات کے ساتھ تھا۔ اب ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے جن پر انسان کی بقاء ہے۔ اس سلسلہ میں کھانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جس کے ساتھ واسطہ ہر انسان کو ہمہ وقت رہتا ہے کہ ہمہ وقت طرح طرح کے کھانے اور پھل کھا کر ڈکارتے ہی نہ رہو بلکہ کبھی ان کی حقیقت پر بھی غور کرو کہ ہم نے کائنات کی کتنی قوتوں کو تیرے لیے مصروف کر رکھا ہے۔ کہ سمندروں، تالابوں سے کشید کر پاکیزہ اور مفید بخارات اُڑاتے ہیں، پھر ان کو پانی کی شکل دے کر زمین پر خاص انداز (Tacknick) سے قطروں کی شکل میں برساتے ہیں۔ پھر اس پانی کے ساتھ زمین میں سوڈیم، کیلشیم، نمک اور دیگر منتشر اجزاء کو اکٹھا کر کے ایک پودے کی شکل میں نکالتے ہیں، پھر زمین اپنی تمام قوتیں صرف کر کے پودے کو تکمیل تک پہنچاتی ہے، صرف زمین ہی نہیں بلکہ سورج، چاند اور دیگر ستاروں کی توانائیاں بھی شریک رہتی ہیں۔ آخر کار پورے پودے کا جوہر دانوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور ہر قسم کے گردوغبار اور جراثیم سے پاک رکھنے کیلئے دانوں کو غلافوں میں بند کر دیتے ہیں۔ جب تمام قسم کی غذائیت اور لذت سے بھرپور کر کے پکا دیتے ہیں۔ پھر مٹی، پانی، خوارک اور سورج ایک ہونے کے باوجود کئی قسم کے دانے نکالتے ہیں تو کہیں انگور پیدا کرتے ہیں جس کا چھلکا و گٹھلی نکالنے کی بھی ضرورت نہیں، اس سے ترکاریاں پیدا کرتے ہیں اور زیتون کا تیل بھی پیدا کرتے ہیں جو کھانے کے ساتھ ساتھ مالش کرنے اور روشنی حاصل کرنے کا بھی ذریعہ ہے، اس پانی سے

کھجوریں پیدا کرتے ہیں جو مکمل غذائیت کے ساتھ ساتھ انتہائی لذیذ بھی ہوتی ہیں اور بہت سے کھانوں کی لذت کو دوبالا کرتی ہیں۔ کس کس چیز کا تذکرہ کیا جائے۔ ذرا کسی باغ میں جا کر دیکھ لو، کیسے گھنے اور قسم قسم کے درختوں پر رنگ برنگے پھل لٹکا دیئے ہیں۔ عمدہ گودا اور مغز تم کھا لیتے ہو اور چھلکے، گٹھلی، پتے، ڈنڈل اور گھاس وغیرہ جانوروں کو کھلا دیتے ہو۔ جانور بچارے بچا کھچا ردی مال اور بھوسہ کھا کر بھی صابر و شاکر رہتے ہیں، پھر تم جانوروں سے مشقت والے کام لیتے ہو اور بعض سے دودھ و اُون حاصل کرتے ہو آخر کار ان کو ذبح کر کے کھا بھی جاتے ہو اور وہ انکار تک نہیں کرتے۔

اب بتلاؤ! کس منہ سے اس ذاتِ باری تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہو اور کس منہ سے اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہو؟

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهِ وَاَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾

گزشتہ آیات میں بہت سے دلائل سے ثابت کر دیا گیا کہ کائنات کا یہ وسیع و عریض نظام خود بخود نہیں چل رہا بلکہ اس نظام کو چلانے والا وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے ان کو بھی پیدا کیا ہے اور انسان کا خالق و مالک بھی وہی ہے۔

اگر انسان اس حیاتِ مستعار میں اپنی دولت، برادری اور پارٹی کی وجہ سے اس ذات یا اس کے نظام کا انکار کرے گا تو اس کو وہ وقت یاد رکھنا چاہیے جب صور میں صرف ایک پھونک لگائی جائے گی تو یکا یک قیامت ایک ہیبت ناک آواز کیساتھ واقع ہو جائے گی جو کانوں کو بہرہ کر دے گی، جو آج حق سے بہرے بنے ہوئے ہیں وہ اس دن حقیقتاً بہرے کر دیئے جائیں گے۔ پھر اس دن وہ رشتہ داریاں اور تعلقات کام نہ آئیں گے جس کے بل بوتے پر سرکشی و بغاوت اختیار کر رکھی تھی اور تو اور قریبی رشتہ دار، ماں، باپ، بیوی، اولاد اور بھائی وغیرہ بھی دور سے دیکھ کر راستہ بدل لیں گے کہ کہیں کوئی رشتہ داری کا واسطہ دے کر تعاون طلب نہ کر لے یا اس کے خلاف کوئی گواہی نہ پیش کر دے یا اس کے گناہوں کے انبار سے کوئی گناہ اس پر نہ ڈال دیا جائے۔ اس دن تو ہر انسان کو اپنی جان کے لالے پڑے ہونگے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن لوگ ننگے بدن، ننگے پاؤں اور بے ختنے اٹھائے جائیں گے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعجب سے پوچھا'' فَكَيْفَ بِالْعَوْرَاتِ؟ ''ستروں کا کیا بنے گا یعنی ایک دوسرے کی شرمگاہوں پر نظر نہ پڑے گی)؟ تو نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی: لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ (سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب البعث، الحدیث: 2085)

''اس دن ہر شخص کا ایسا حال ہوگا جو دوسروں سے بے پرواہ کر دے گا''، یعنی کسی دوسرے کو تکنے کی ہمت تک نہ ہوگی بلکہ نفسا نفسی کا عالم ہوگا حتی کہ انبیاء علیہم السلام بھی ''رَبِّ نَفْسِي'' (یا رب میری جان بچ جائے) پکار رہے ہونگے۔

وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

گزشتہ آیات میں روزِ قیامت کے ابتدائی مراحل کا بیان تھا جب حساب و کتاب ہو جائے گا تو پھر لوگوں کے دو گروہ بن جائیں گے ایک کامیاب ہونے والا اور دوسرا ناکام ہونے والے۔ کامیاب ہونے والوں کی کیفیت یہ ہوگی کہ انتہائی شاد و فرحان ہونے کی وجہ سے چہرے چمک رہے ہونگے سب سے بڑی کامیابی ملنے پر خوشیوں میں ہونگے۔ چونکہ دنیا میں انہیں احکام الٰہی کی خاطر بہت بڑے مصائب کا شکار ہونا پڑا تھا، آج وہ تمام غم کافور ہو گئے اور دائمی خوشحالی عطا کر دی گئی ہوگی۔

اس کے برعکس ظالم و فاسق لوگ جنہوں نے خود بھی حق سے اعراض کیے رکھا اور اہل حق کے راستے میں بھی روڑے اٹکانے کی پوری کوشش کرتے رہے، آج بری طرح ناکام ہو چکے ہونگے، شکلیں بگڑ چکی ہونگی اور ذلت و رسوائی کی وجہ سے چہرے کالے بھجنگ ہو چکے ہونگے اور اپنے آپ پر ماتم کر رہے ہونگے، ادھر سے اعلان ہو جائے گا! کہ یہی لوگ میرے قانون و نظام کے منکر تھے اور گنہگار و مجرم ہیں۔ جس مجرم کو سپریم کورٹ غدار، باغی اور دہشت گرد ہونے کا حکم سنا دے اس کی کیا شنوائی ہوگی؟ اور جس کو احکم الحاکمین غدار اور باغی قرار دے اس بدبخت کا کیا حال ہوگا؟

مولائے کریم مجھے اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

پرچہ فہم قرآن کورس

وقت 20 اپریل 2018ء تک — کل نمبر: 100 — پاس مارکس: 40

ملاحظہ: تمام سوالات حل کریں، تمام کے نمبر مساوی ہیں

سوال نمبر ۱۔ سورۃ عبس کا شان نزول اور ماقبل سورت سے ربط تحریر کریں۔

سوال نمبر ۲۔ سورۃ عبس کی روشنی میں قیامت کے مناظر تحریر کریں۔

سوال نمبر ۳۔ مندرجہ ذیل آیات کی وضاحت کریں:

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۔ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ

سوال نمبر ۴۔ آیت نمبر 11 تا 20 کا لفظی ترجمہ رنگوں کے اعتبار سے کریں۔

سوال نمبر ۵۔ مندرجہ ذیل قرآنی الفاظ کا اُردو میں استعمال لکھیں۔

يَسْعٰى مُطَهَّرَةٍ يَقْضِ شَاْنٌ ضَاحِكَةٌ

سوال نمبر ۶۔ مندرجہ ذیل صیغے حل کریں۔

تَلَهّٰى فَقَدَّرَهٗ قُتِلَ مُسْفِرَةٌ تَرْهَقُهَا

سوال نمبر ۷۔ مندرجہ ذیل مشکل الفاظ کے معانی لکھیں۔

اِسْتَغْنٰى بَرَرَةٍ حَدَآئِقَ اَلصَّآخَّةُ قَتَرَةٌ

سوال نمبر ۸۔ اس سورت مبارکہ میں ضمیر ''هٗ'' کتنی مرتبہ آئی ہے؟

سوال نمبر ۹۔ اس سورت سے حاصل ہونے والے پانچ سبق تحریر کریں۔

سوال نمبر ۱۰۔ فہم قرآن کورس کی بہتری و کامیابی کے لیے چند تجاویز لکھیں۔